جذبات جوہر

رئیس الاحرار مولانا محمد علی صاحب جوہر کا وہ کلام جو حالت نظر بندی
و قید میں درس حق و جذبات عالیہ کے ساتھ نظم شعری کی صورت
میں جلوہ گر ہوا

جس پر

حضرت مولانا عبد الماجد صاحب بدایونی ناظم انجمن علمائے صوبہ
متحدہ و صدر پراونشل خلافت کمیٹی صوبہ آگرہ نے مؤلف کی خواہش
پر ایک زبردست و پُر لطف تاریخی دیباچہ تحریر فرمایا

جس کو

منشی مشتاق احمد ناظم قومی دار الاشاعت محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ نے

سوراج پرنٹنگ ورکس دہلی

مذہب اور وطن کا فدائی

آج اسلام کا فدائی مذہب کا شیدا۔ شمع خلافت کا پروانہ (مولانا محمد علی صاحب) کراچی کی جیل میں بیٹھا ہوا۔ اسلام اور خلافت و آزادی کی کامیابی کا خواہاں ہے اور اپنی تکالیف اور مصائب سے بے پرواہ ہے۔ گزشتہ زمانہ کی نظر بندی کا یہ کلام آپ کے سامنے ہے اور اُس کا ایک ایک شعر درد اور اثر میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس شعر کو ملاحظہ کیجیے ؎

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لئے ہے
پر غیب سے سامانِ بقا میرے لئے ہے

اسیرِ قیدِ فرنگ نے اپنی نظر بندی کے زمانہ میں ہی سب کچھ کہہ دیا تھا جو آج پیش آ رہا ہے۔ ناظرین ان کو اشعار نہ سمجھیں ایک ایک مصرعہ سے سبق حاصل کریں۔

مولانا کا ادنیٰ خادم
مشتاق احمد محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ

دیباچہ

ازحضرت قبلہ علامہ بدایونی مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزی منشی مشتاق احمد سلمہ کا اصرار ہے کہ رئیس الاحرار فخر ملک جناب محمد علی صاحب اور اُن کے مجموعہ منظومات کے متعلق بصورت تعارف و تبصرہ میں کچھ لکھوں) حیران ہوں کہ کیا لکھوں! اور کیوں لکھوں! تعجب ہے کہ اس درخواست و اصرار کو مجھ سے متعلق کیا گیا، مجھے یاد نہیں آتا کہ کسی شاعر و ادیب کے منظومات ادبیہ پر اب سے قبل میں نے کچھ لکھا ہو، خیال و حافظہ ایسا کوئی واقعہ سامنے نہیں لاتا کہ میں بحیثیت تنقید و تعریف ادبیات و تبصرہ و ادارہ فکر پر منظوماتِ فکریہ رونما ہوا ہوں، سوچتا ہوں کہ آخر مجھے تعمیل فرمایش و اصرار سے کوئی نسبت بھی ہے؟ کیا میں شاعر ہوں کہ اس مجموعہ مختصر کے محاسنِ کلام گناؤں اور ہر شعر کو تیر و نشتر بتاؤں؟ کیا میں محمد علی کا ہم وطن یا ہم سبق ہوں کہ ان کی اوائل عمر کی فراست و فطانت و ابتدائے تعلیم کی محنت و لیاقت کے واقعات بیان کروں کیا میں انگریزی داں ہوں کہ اُن کی ادیبانہ انشا پردازیوں اور خطیبانہ سحر کاریوں کی داد دے سکوں جن سے سُنتا ہوں کہ ٹائمس آف انڈیا کے کالم اور کامریڈ کے صفحات مالامال ہیں۔ پھر کیا میں سیاسی مبصر ہوں کہ اُن کی سیاسی عقل و دماغ کی مدح و ثنا کروں جس نے مدبرین انگلستان و مقننین یورپ کو حیرت زدہ کر دیا ہے۔

تفاخر و خودستائی کا خیال بھی ہو تو گنہگار، مگر میں جانتا ہوں کہ مجھے اُن سے ایک قوی نسبت ہے، اُن کو میرے ساتھ مخلصانہ مودت کی نسبت ہے، اُنکے قلب کے شیشۂ مجروح میں محبّت کا جو خون بھرا ہوا ہے اُس کا ایک اور صرف ایک قطرہ اپنے سینہ میں بھی بقول غالب "بہ اندازِ چکیدن سرنگوں" پاتا ہوں محبت کا جو نعرۂ مستانہ اُن کی زبان سے اور محبّت کا جو صاعقہ خاطف اُن کی آنکھوں سے نکلتا ہے اپنے کانوں کو اُس کے سُننے کا اور اپنی آنکھوں کو اُس کے دیکھنے کا ہر آن و ہر ساعت مشتاق، منتظر اور مستعد پاتا ہوں ؎

دلِ من ہر نفسے از تو تجلی طلبد — دم بدم دیدۂ مجنوں رُخِ لیلی طلبد

جس سینہ میں آج آپ محبّت کا قلزم اور عشق کا اوقیانوس متموج و متلاطم دیکھ رہے ہیں وہاں اُس وقت بھی ایک چشمہ جاری تھا جب اُس کے سینہ کا مالک جسم سول سروس کی تیاری یا ریاست بڑودہ میں عہدہ داری کر رہا تھا۔ یہ محبّت ہی کی کارفرمائی تھی کہ وہ جسم جو ہیڈ ھم پاٹل[1] اور ٹرنر ہور[2] کے سلے ہوئے ریشمی سوٹ میں ملبوس ہونا اپنا حق جانتا تھا آج گاڑھے کے کُرتے اور کھدر کے پاجامہ کو خدا کی نعمت سمجھتا ہے، وہ آنکھیں جو تھیٹر دیکھ دیکھ کر اور ناول پڑھ پڑھ کر ہنستی تھیں، آج قرآن پڑھ پڑھ کر روتی ہیں۔ دُنیا حیرت میں ہے کہ محمد علی کیا تھے اور کیا ہو گئے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ محمد علی جو کچھ ہوئے سب اُسی محبّت کا عمل و اثر ہے، وہ ایک چنگاری تھی جسے حوادثِ زمانہ کی ہوا کا انتظار تھا، ہوا چلی اور یہ چنگاری بڑھ کر ایک جلتی اور دہکتی بھٹی ہو گئی جس میں تفرنج اور تفلسف کا سب جھاڑ جھنکاڑ جل بھن گیا اور محمد علی محض اسلامی جوہر

[1] و [2] یہ بمبئی کے مشہور اور بہترین کپڑا سینے کے کارخانوں کے نام ہیں۔

رہ گئے۔ ب

ہیچ اکسیر بہ تاثیر محبت نہ رسد　　کفر آوردم و در عشق تو ایماں کر دم

کہا جاتا ہے کہ محمد علی الہ آباد و اکسفورڈ کا دوگونہ گریجویٹ اور پھر دیکھا جاتا ہے کہ شاعر! مگر یہ بھی محبت ہی کا فیضان ہے ھذا ایضاً من برکات العشق۔

اگر ابو تمام[1] اور ابو علی سینا[2] کے جذبات دماغی وقلبی نظر بندی وقید کی تنہائی میں یکسوئی پذیر ہو کر شفا[3] و حماسہ[4] کی تالیف وتدوین کی صورت میں ظاہر ہو سکتے ہیں، اگر عرب کی صحرا زادی خنسا[5] اپنے اک بھائی کی موت کا زخم اپنے جگر پر کھا کر شاعرہ ہو سکتی ہے، اگر اک جاہل بادیہ نشیں متمم ابن نویرہ[6] اپنے برادر کی موت کا چرکا کھا کر اشعر الناس ہو سکتا ہے، تو کیا بلند جذبات اور بیدار دماغ وحساس قلب ومتحرک داعیات کا پیکر، محمد علی، مہرولی ولینسڈون و چھندواڑہ وبیتول کی نظر بندی واسیری کی مطمئن۔ ایک سو فرصتیں پانے کے بعد اور اپنے لاکھوں طرابلسی، بلقانی، شامی، عراقی، ایرانی، ترکی، ہندوستانی، پنجابی بھائیوں کی بیکسانہ موت کے لاکھوں زخم اپنے جگر پہ کھا کر بھی شاعر نہیں ہو سکتا؟

میں کہتا ہوں کہ محمد علی یقیناً شاعر ہے، مگر ہم اُس کے خانوادہ شاعری میں اساتذۂ فن کے نام گناتے ہوئے ہم مومن، سودا، میر، میرزا کے نام نہ لیں گے بلکہ محبت، عشق، جنون، اور پھر اسلام ہاں سرچشمۂ عشق ومحبت اسلام ہی کا نام لینگے، اور اس طرح الشعراء تلامیذ الرحمٰن کی صداقت ثابت کرینگے، یہ مختصر مجموعہ محمد علی کی شاعری کا دیوان ہے، لیکن غلطی نہ کیجئے، دھوکا نہ کھائیے، اگر آپ کو

---

[1] عرب کا مشہور شاعر، [2] مشہور حکیم ہیں، [3] یہ فقہ کی مشہور کتاب کا نام ہے، [4] ادب کی ایک بہترین کتاب ہے، [5] عرب کی مشہور شاعرہ [6] یہ مشہور شاعر ہے۔

زبان کے چٹخارے اور اندازِ بیان کے مزے لینے ہوں، اگر چوچلے اور معاملے دیکھنے ہوں اگر وصال کی مسرت اور فراق کی مصیبت کے غیر واقعی اور نارواحالات معلوم کرنے ہوں، اگر زلف و رُخ، خال و خط کی بعید از عقل تشبیہات پر کان دھرنے ہوں، اگر مے و میخانہ ساقی و زاہد، باغ و بہار کے سرور و خمار یا ہجو مدح کی بکار سے وقت کاٹنا ہو، اگر ارباب دُنیا کی مبالغہ آمیز توصیف، دین و مذہب کی توہین، مخرب اخلاق طرزِ تغزل کے آئین و قوانین کا شوق ہو تو دلّی و لکھنؤ کے بازاروں میں ہزاروں دیوان بکتے ہیں، ملک کے ہر حصے سے سیکڑوں گلدستے نکلتے ہیں، کوئی دیوان یا گلدستہ خرید کر اپنا شوق پورا کیجیے اور خدا کے لیئے اس مجموعہ کی طرف توجہ نہ کیجیے، کیونکہ یہ فِی کُلِّ وَادٍ یَّھِیمُوْنَ کا ہذیان نہیں +

یہ تو ایک مجروح کی کراہ بلکہ ایک مظلوم کی آہ ہے جو ایک دروازہ سے ٹکرا کر ابھی آئی اور اجابت کو اپنے ساتھ لائی ہے، والسّلام +

فقیر عبدالماجد القادری البدایونی

اللّٰہُ اکبر

اِنَّ مِنَ البیانِ لسحر

بسم اللّٰہ الرَّحمٰن الرَّحیم

(۱)

خوگرِ جور یہ تھوڑی سی جفا اور سہی
اس قدر ظلم پہ موقوف ہے کیا اور سہی

خوفِ غماز عدالت کا خطر وار کا ڈر
ہیں جہاں اتنے وہاں خوفِ خدا اور سہی

عہدِ اوّل کو بھی اچھا ہے جو پورا کر دو
تم وفادار ہو تھوڑی سی وفا اور سہی

جس نے ہنگامہ عدالت کا تری دیکھا ہو
اُس گنہگار کو ایک روز جزا اور سہی

کشورِ کفر میں کعبہ کو بھی شامل کر لو
سیرِ ظلمات کو تھوڑی سی فضا اور سہی

بندگی ہیں تری سہی ہیں لُو کی لپٹیں
چند دن کے لئے دوزخ کی ہوا اور سہی

دین و دل جا ہی چُکا جان بھی جاتی ہے تو جائے
ترکشِ کفر میں اک تیرِ قضا اور سہی

ربِّ عزت کے لئے بھی کوئی رہنے دو خطاب
تم خداوند ہی کہلاؤ خُدا اور سہی

حکمِ حاکم نہ سہی مرگِ مفاجات سے کم
مالک الملک پہ ایماں کی سزا اور سہی

ہم وفا کیشوں کا ایماں بھی ہے پروانہ صفت
شمعِ محفل جو وہ کافر نہ رہا اور سہی

(۶)

دورِ حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد
ہے ابتدا ہماری تری انتہا کے بعد

جینا وہ کیا کہ دل میں نہ ہو تیری آرزو
باقی ہے موت ہی دلِ بے مدعا کے بعد

تجھ سے مقابلہ کی کسے تاب ہے ولے
میرا لہو بھی خوب ہے تیری حنا کے بعد

اک شہرِ آرزو پہ بھی ہونا پڑا خجل
ھل من مزید کہتی ہے رحمت دعا کے بعد

لذت ہنوز مائدۂ عشق میں نہیں
آتا ہے لطف جرمِ تمنا سزا کے بعد

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

غیروں پہ لطف ہم سے الگ حیف ہے اگر
یہ بیحجابیاں بھی ہوں عذرِ حیا کے بعد

ممکن ہے نالہ جبر سے رک بھی سکے مگر
ہم پر تو ہے وفا کا تقاضا جفا کے بعد

ہے کس کے بل پہ حضرتِ جوہر یہ روکشی
ڈھونڈینگے آپ کس کا سہارا خدا کے بعد

(۳)

شورِ ماتم کے لئے تیار رکھ گوشِ مراد
ہے شرارِ خس یہ ہنگامہ مبارکباد کا

پہلے بھی اکثر وہ نکلا مستحقِ شکرِ حق
جس کو ہم سمجھے تھے موقعہ شکوہ و فریاد کا

نورِ حق وہ شمعِ انور ہے جو بجھ سکتی نہیں
ہے خدا حافظ چراغِ رہگذارِ باد کا

عزمِ عاشق ہی خود اپنی کامیابی کی دلیل
نام بھی لینا نہ ہرگز کوششِ برباد کا

ہم تو سمجھے تھے کہ ہونگے اور بھی ظلم و ستم
حوصلہ کچھ بھی نہ نکلا آپ کی بیداد کا

اس پہ کیا موقوف ہے گر اور بھی ظلم و ستم
کچھ بھی باقی ہو جو ظالم حوصلہ بیداد کا

کر دیا قیدِ قفس نے ہم کو آزادِ چمن
پاس کافی ہو چکا اب خاطرِ صیاد کا

حکم کے آگے ترے پہلے بھی اُٹھ سکتا نہ تھا
بارِ احساں اور سر پر ہو گیا جلّاد کا

دعوتِ مژگاں کی بھی جس میں نہ تاب و سکت ہو
ایسے دیوانے کے گھر کیا کام ہے فصّاد کا

گیارہویں کو فاتحہ دلوا دیا کرتے ہیں ہم
ہے اثر اتنا ہی یادِ خفتۂ بغداد کا

آج تک ہے ایک کنعانی سے شہرت بزم کی
فیض سے حسرت کے ہوگا نام فیض آباد کا

ہو گئے جوہر یہ کیسے بندۂ دامِ فریب
شور سنتے تھے بہت ہم "حسرت آزاد" کا

(۴)

ہے رشک کیوں یہ ہم کو سر دار دیکھ کر
دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر

خو کردہ ازل سے تجلّیِ طور کی
جھپکے گی آنکھ کیا تری تلوار دیکھ کر

آساں پسندیوں سے ہیں بیزار اہلِ عشق
چھانٹا یہ مرحلہ بھی ہے دشوار دیکھ کر

بن[۱] جائے گا یہ رشتۂ تسبیح ایک دن
دھوکا نہ کھائیو کہیں زُنّار دیکھ کر

اس شانِ امتیاز کو دیکھو کہ اہلِ کفر
مومن سمجھ رہے ہیں ہمیں خوار دیکھ کر

جنسِ گراں تو تھی نہیں کوئی مگر یہ جان
لائے ہیں ہم بھی رونقِ بازار دیکھ کر

تیرِ نگہ نے کر دیا دونوں کا فیصلہ
باہم دل و جگر ہیں یہ تکرار دیکھ کر

یہ کیا کہ سجدہ گاہ ہے ہر سنگِ آستاں
گِھسنا جبیں کو خانۂ خمار دیکھ کر

۱ ہم رشتگیِ اہلِ وطن کا نشاں ہے یہ ؎

کچھ بھی تو ضبط گریۂ شبنم سے ہو سکا
بلبل کو فصلِ گل ہی گرفتار دیکھ کر

ہم خاصگانِ اہلِ نظر اور یہ قتلِ عام
جور و ستم بھی کر تو ستمگار دیکھ کر

ہر سینہ آج ہے ترے پیکاں کا منتظر
ہو انتخاب اے نگۂ [illegible] دیکھ کر

(۵)

یاد وطن نہ آئے ہمیں کیوں وطن سے دور
جاتی نہیں ہے بوئے چمن کیا چمن سے دور

مستِ مئے الست کہاں اور ہوس کہاں
طرزِ وفائے غیر ہے اپنے چلن سے دور

گر بوئے گل نہیں نہ سہی یادِ گل تو ہے
صیّاد لاکھ رکھے قفس کو چمن سے دور

کچھ بھی وہاں نہ خنجرِ قاتل کا بس چلا
روحِ شہید رہتی ہے نعش و کفن سے دور

تقویٰ کے بعد خوف کہاں حشر پھر کہاں
عالم ہی اک جدا ہے وہ رنج و محن سے دور

واعظ کا ارتداد نہ میرا ہے ترکِ کفر
کچھ بھی نہیں ہے ساقی توبہ شکن سے دور

پاداشِ جرمِ عشق سے کب تک مفر بھلا
مانا کہ ہم رہا کئے دار و رسن سے دور

ہے بعد کربلا سے بھی قربِ یزید بھی
اور چاہتے ہیں یہ کہ نہ ہوں پنجتن سے دور

یوں بچ سکو مواخذۂ حشر سے تو ہاں
یار او یارِ غیر ہیں ہم کو وطن سے دور

آساں نہ تھا تقربِ شیریں تو کیا ہوا
تیشہ کو کوئی رکھ نہ سکا کوہکن سے دور

مسلم اجل سے دور نہیں روزِ کربلا
رہتا نہیں برات میں دولہا دلہن سے دور

منقارِ عندلیب کو صیّاد سی چکا
مانا کہ گوشِ گل ہے لبِ نالہ زن سے دور

اللہ رے نورِ چشمِ محبت کی جستجو / نکلا اسیرِ مصر نہ کچھ بھی وطن سے دور

ہم تک جو دورِ جام پھر آئے تو کیا عجب / یہ بھی نہیں ہے گردشِ چرخِ کہن سے دور

مفتی مفت خوار کو سب کچھ حلال ہے / بوئے شراب شک ہو پھر کیوں دہن سے دور

دستِ دراز کو ترے اے رندِ باصفا / رکھے خدا عمامۂ شیخِ زمن سے دور

تاویل پڑھ کے اقرب للکفر ہو گئی / کچھ بھی نہیں ہے شیخ تری علم و فن سے دور

ہیں اتنے لاف و شوق پہ مرعوبِ حسن بھی / یہ طائفہ عجیب ہے اک مرد و زن سے دور

تم ہو تو نذرِ عشق نہ لکھیں وہ مرثیہ / یہ بات ہے مروتِ اہلِ سخن سے دور

تم سے بعید تھا کہ بھلا دو اگرچہ ہم / ایک عمر ہو گئی کہ ہوئے انجمن سے دور

شاید کہ آج حسرتِ جوہر نکل گئی
ایک لاش تھی پڑی ہوئی گور و کفن سے دور

(۲)

ہر رنگ میں راضی برضا ہو تو مزا دیکھ / دنیا ہی میں بیٹھے ہوئے جنت کی فضا دیکھ

ہے سنتِ اربابِ وفا صبر و توکل / چھوٹے نہ کہیں ہاتھ سے دامانِ خدا دیکھ

وحشت رہِ غربت میں اکیلا تو نہیں تو / بطحا کے مہاجر کا تو نقشِ کفِ پا دیکھ

تو طیرِ ابابیل سے ہرگز نہیں کمزور / بیچارگی پہ اپنی نہ جا شانِ خدا دیکھ

اس طرح کے جینے میں بھی مرنے کا مزا ہے / قسمت میں یہی ہے کہ ابھی راہِ قضا دیکھ

ہم کہہ نہیں سکتے وہ کریں چارہ گری بھی / حالِ دلِ بیمار طبیبوں کو سنا دیکھ

اللہ کے بانکوں کا بھی ہے رنگ نرالا
اس سادگی پر شوخیٔ خونِ شہدا دیکھ

یہ نورِ خدا کا ہے بجھائے نہ بجھے گا
کچھ دم ہے اگر تجھ میں تو آ تو بھی بجھا دیکھ

سمجھا بھی ہے کچھ تو کہ یہ ہے کس سے تمرّد
اللہ کو مان اپنی حقیقت کو ذرا دیکھ

ہوں لاکھ نظر بند، دعا بند نہیں ہے
اللہ کے بندوں کو نہ اس درجہ ستا دیکھ

ہو حسنِ طلب لاکھ مگر کچھ نہیں ملتا
ہو صدقِ طلب پھر اثرِ آہِ رسا دیکھ

تو تیری ہی دو روزہ، مرا ایماں ہے ازل کا
پابندِ جفا تو ہے تو میری بھی وفا دیکھ

عقبیٰ تو کہاں واں نہیں دنیا کا بھی کچھ ٹھیک
اُس کافرِ بے فیض سے دل تو بھی لگا دیکھ

سونے کا نہیں وقت یہ ہوشیار رہو غافل
رنگِ فلکِ پیر زمانہ کی ہوا دیکھ

(۷)

تشنہ لب ہوں مدتوں سے دیکھئے
کب درِ میخانۂ کوثر کھلے

طاقتِ پرواز ہی جب کھو چکے
پھر ہوا کیا گر ہوئے بھی پر کھلے

چاک کر سینہ کو پہلو چیر ڈال
بول ہی کچھ حالِ دلِ مضطر کھلے

رات تلچھٹ تک نہ چھوڑی تب کہیں
رازہائے بادہ و ساغر کھلے

لو وہ آ پہنچا جنوں کا قافلہ
پاؤں زخمی خاک منہ پر سر کھلے

ہوں جو کثرت ہی کے قائل اُنپہ کیا
رازِ فتحِ سبطِ پیغمبر کھلے

رونمائی کے لئے لایا ہوں جاں
اب تو شاید چہرۂ انور کھلے

اب تو کشتی کے موافق ہے ہوا — ناخدا کیا دیر ہے لنگر کھلے
یہ نظر بندی تو نکلی ردِ سحر — دیدہ ہائے ہوش اب جا کر کھلے
اب کہیں ٹوٹا ہے باطل کا طلسم — حق کے عقدے اب کہیں ہم پر کھلے
اب ہوا ہے ماسوائے کا پردہ فاش — معرفت کے اب کہیں دفتر کھلے
فیض سے تیرے ہی اے قیدِ فرنگ — بال و پر نکلے قفس کے در کھلے
جیتے جی تو کچھ نہ دکھلایا مگر
مر کے جوہرؔ آپ کے جوہر کھلے

(۸)

خاک جینا ہے اگر موت سے ڈرنا ہے یہی — ہوسِ زیست ہو اس درجہ تو مرنا ہے یہی
قلزمِ عشق میں ہیں نفع و سلامت دونوں — اس میں ڈوبے بھی تو کیا پار اُترنا ہی یہی
قیدِ گیسو سے بھلا کون رہے گا آزاد — تیری زلفوں کا جو شانوں پہ بکھرنا ہی یہی
اے اجل تجھ سے بھی کیا خاک رہیگی امید — وعدہ کر کے جو ترا روز مکرنا ہے یہی
اور کس وضع کی جویاں ہیں عروسانِ چمن — ہیں کفن سُرخ شہیدوں کا سنورنا ہی یہی
حد ہے پستی کی کہ پستی کو بلندی جانا — اب بھی احساس ہو اس کا تو اُبھرنا ہی یہی
تجھ سے کیا صبح تلک ساتھ نبھیگا ای عمر — شبِ فرقت کی جو گھڑیوں کا گزرنا ہی یہی
ہو نہ مایوس کہ ہے فتح کی تقریب شکست — قلبِ مومن کا مری جان نکھرنا ہی یہی
نقدِ جاں نذر کرو سوچتے کیا ہو جوہرؔ — کام کرنے کا یہی ہے تمہیں کرنا ہی یہی

(۹)

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لئے ہے
پر غیب سے سامانِ بقا میرے لئے ہے

پیغام ملا تھا جو حسینؑ ابنِ علیؓ کو
خوش ہوں وہی پیغامِ قضا میرے لئے ہے

یہ حورِ بہشتی کی طرف سے ہے بلاوا
لبیک! کہ مقتل کا صلہ میرے لئے ہے

کیوں جاں نہ دوں غم میں ترے جبکہ ابھی سے
ماتم یہ زمانے میں بپا میرے لئے ہے

میں کھو کے تری راہ میں سب دولتِ دنیا
سمجھا کہ کچھ اس سے بھی سوا میرے لئے ہے

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہدے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

سرخی میں نہیں دستِ حنا بستہ بھی کچھ کم
پر شوخیِ خونِ شہدا میرے لئے ہے

راحل ہوں مسلمان بصد نعرۂ تکبیر
یہ قافلہ، یہ بانگِ درا میرے لئے ہے

انعام کا عقبیٰ کے تو کیا پوچھنا لیکن
دنیا میں بھی ایمان کا صلہ میرے لئے ہے

کیوں ایسے نبی پر نہ فدا ہوں کہ جو فرمائے
اچھے تو سبھی کے ہیں برا میرے لئے ہے

اے شافعِ محشر جو کرے تو نہ شفاعت
پھر کون وہاں تیرے سوا میرے لئے ہے

اللہ کے رستے ہی میں موت آئے مسیحا
اکسیر یہی ایک دعا میرے لئے ہے

اے چارہ گرو چارہ گری کی نہیں حاجت
یہ زہر ہی داروئے شفا میرے لئے ہے

کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے

جو صحبتِ اغیار میں اس درجہ ہو بیباک
اس شوخ کی سب شرم و حیا میرے لئے ہے

ہے ظلم بہت عام ترا پھر بھی ستمگر
مخصوص یہ اندازِ جفا میرے لئے ہے

ہیں یوں تو فدا ابر سیہ پر سبھی مے کش
پر آج کی گھنگھور گھٹا میرے لئے ہے

(۱۰)

سینہ ہمارا افگار دیکھئے کبتک رہے
چشم یہ خوننابہ بار دیکھئے کبتک رہے

ہم نے یہ مانا کہ یاس کفر سے کمتر نہیں
پھر بھی تیرا انتظار دیکھئے کبتک رہے

اُمّتِ احمد کو ہے فضل کی تیرے امید
فضل کی اُمیدوار دیکھئے کبتک رہے

عشق سو وہ بھی ترا صبر طلب ہے بہت
صبر ہمارا شعار دیکھئے کبتک رہے

سب کو یہاں ہے فنا، ایک تجھے ہی بقا
یہ ستمِ روزگار دیکھئے کبتک رہے

حق کی کمک ایک دن آہی رہیگی ولے
گرد میں پنہاں سوار دیکھئے کبتک رہے

یوں تو ہے ہر سو عیاں آمدِ فصلِ خزاں
جور و جفا کی بہار دیکھئے کبتک رہے

دین پہ دُنیا فدا کرتے رہے مدّتوں
کفر پر ایماں نثار دیکھئے کبتک رہے

رونقِ دہلی پہ رشک تھا کبھی جنّت کو بھی
یوں ہی یہ اُجڑا دیار دیکھئے کبتک رہے

پہلے رہا دردِ دل مونسِ جاں مدّتوں
دردِ جگر اب کی بار دیکھئے کبتک رہے

زور کا پہلے ہی دن نشہ ہرن ہو گیا
زعم کا باقی خمار دیکھئے کبتک رہے

ماتمِ شبّیر ہے آمدِ مہدی تلک
قوم ابھی سوگوار دیکھئے کبتک رہے

(۱۱)

یہ جور نرالا یہ جفا اور ہی کچھ ہے
یہ ظلم نہیں نامِ خدا اور ہی کچھ ہے

ہوں لائقِ تعزیر یہ الزام ہے جھوٹا
مجرم ہوں تو بیشک یہ خطا اور ہی کچھ ہے

ہو مکر و دغا لاکھ شعارِ اہلِ ہوس کا
پر شیوۂ اخوانِ صفا اور ہی کچھ ہے

سرکش نہیں باغی نہیں غدّار نہیں ہم
پر ہم پہ تقاضائے وفا اور ہی کچھ ہے

ہم عیش دو روزہ کے بھی منکر نہیں لیکن
ایمائے شہِ کرب و بلا اور ہی کچھ ہے

خود خضرؑ کو شبیرؑ کی اس تشنہ لبی سے
معلوم ہوا آبِ بقا اور ہی کچھ ہے

ہوتے ہی رہیں بے مہریٔ احباب کے شکوے
پر قاعدۂ صبر و رضا اور ہی کچھ ہے

تاخیر میں کچھ ہرج نہیں یہ تو بتادو
ہے مدِّ نظر وصل بھی یا اور ہی کچھ ہے

اغیار کو ہو لذّتِ آغاز مبارک
انجامِ محبّت میں مزا اور ہی کچھ ہے

کرنا نہ کبھی ان پہ گماں اہلِ ہوس کا
عشاق کی نیّت بخدا اور ہی کچھ ہے

لے سائلِ دولت ہیں عزّت کے طلبگار
اس در کے فقیروں کی صدا اور ہی کچھ ہے

اس شانِ تمرّد سے نہ کھانا کہیں دھوکا
اللہ کے مجرم کی سزا اور ہی کچھ ہے

یوں قید سے چھٹنے کی خوشی کس کو نہ ہوگی
پر تیرے اسیروں کی دعا اور ہی کچھ ہے

یہ صدر نشینی ہو مبارک تجھے جوہر
لیکن صلۂ روزِ جزا اور ہی کچھ ہے

ہائے غلام حسین

مندرجہ ذیل نظم واقعۂ فاجعہ پر (وفات راجہ غلام حسین) فخر ملک و ملت مولوی محمد علی صاحب نے لکھی تھی۔ راجہ غلام حسین صاحب مرحوم کامریڈ میں محمد علی صاحب کے دست راست تھے محمد علی صاحب کی تربیت صالحہ کا ایسا زبردست نقش کندہ ہوا تھا کہ کامریڈ کے ناظرین اُستاد اور شاگرد کی تحریرات مشکل سے شناخت کر سکتے تھے۔ راجہ غلام حسین مرحوم کی قبل از وقت اور ناگہانی موت سے نہ صرف مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے بلکہ انگریزی جرنلزم سے ایک قابل صحافی کی کرسی خالی ہو گی۔ رئیس الاحرار مولوی محمد علی صاحب کی نظر بندی اور کامریڈ کے گلے میں سنہری پھانسی پڑنے سے آپ نے لکھنؤ سے ایک ہفتہ وار انگریزی اخبار (نیو ایرا) کے نام سے نکالا تھا جو بالکل کامریڈ کا عکس تھا۔ آپ کی وفات کے بعد اس ہونہار پودے اور مرحوم کی یادگار کو زندہ رکھنے کے لئے مسٹر شعیب ایم۔ اے (علیگ) ایل ایل بی، نے جو قابل صد تبریک تہنیت کوشش کی تھی وہ قوم کی تغافل کیشی اور پریس ایکٹ کی بے پناہ تلوار کا شکار ہو کر جبر و استبداد کی قبر میں دفن ہو گیا فیا حسرتا۔

ابھی مرنا نہ تھا غلام حسین — کوئی دن اور بھی جئے ہوتے
کچھ تو انعام حق پرستی کے — ہم غریبوں سے بھی لئے ہوتے
اے مرے رند بادۂ حق کے — ابھی دو چار خم پئے ہوتے
تم تو دل بھی فگار کر کے چلے — زخم ہائے جگر سئے ہوتے

یوں نہ دامن چھڑا کے چل دیتے | تم گر اس بزم کے لئے ہوتے
تم کو ایسا ہی تھا اگر جانا | چند نعم البدل دئے ہوتے
تھی شہادت کی کس قدر جلدی | کام کچھ اور بھی کئے ہوتے
خوب کٹتا بہشت کا رستہ | ساتھ ہم کو بھی گر لئے ہوتے
تم ہی زندہ ہو، لغو ہے یہ خیال | چند دن اور بھی جئے ہوتے
آج جوہر ہیں دل کے قاش فروش | کاش کچھ اور قافیے ہوتے

متفرقات

مستحقِ دار کو حکم نظر بندی ملا | کیا کہوں کیسے رہائی ہوتے ہوتے رہ گئی

فصلِ گل کے تمنی تھی سبھی پہ اے چرخ | کیا ضروری تھا کہ اک مرغ گرفتار بھی ہو
عشقِ مجنوں کے لئے ناقۂ لیلیٰ کے سوا | شرط یہ بھی ہے کہ اک وادیٔ پُرخار بھی ہو

ایک ہی در کا بھکاری ہوں مجھے | اک فقط تیرا سہارا چاہئے
دشمنوں سے گر تلطف ہے تو کچھ | دوستوں سے بھی مداوا چاہئے
ہے تقاضائے جنونِ پردہ در | خاک اُڑانا آشکارا چاہئے
ہے وہ بے فرمودۂ غالب کا پاس | ضبط کا کچھ اور یارا چاہئے
چاک مت کر جیب بے فصلِ گل | کچھ اُدھر کا بھی اشارا چاہئے

تمت

مسئلہ خلافت پر جدید مطبوعات

اسیر مالٹا کا پیغام ۔ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مہاجر مدنی اسیر مالٹا اور مولانا محمد علی صاحب نے کراچی کے ساتھی کی دو مشہور معرکۃ الآرا اور تاریخی تقریریں ۹/

دنیائے اسلام اور خلافت ۔ مولانا سید سلیمان ندوی صاحب کا زبردست مضمون جس میں مولانا نے یہ دکھلایا ہے کہ اس وقت تمام دُنیا (چین ۔ روس ٹیونس ۔ طرابلس ۔ عرب ۔ عراق ۔ شام ۔ مصر) کے مسلمان خلافت کے لئے کیا کر رہے ہیں ۔۔۔ ۴/

تقاریر مولانا ظفر علی خاں ۔ فدائے ملت مولانا ظفر علی خاں صاحب کی نایاب تقاریر کا مجموعہ ۔۔۔ ۹/

درس خلافت ۔ مسئلہ خلافت پر تقریر سکھانے والی مشہور کتاب پانچویں مرتبہ چھپی ہے ۔ ۔۔۔ ۸/

المکتوب ۔ مولانا عبد الماجد صاحب بدایونی کا خود نوشت سفر نامہ میسور ۔ نیلگری ۔ بہار ۔ بلگام ۔ بنگلور کے حالات ۔ اور دو زبردست تقریریں بہار خلافت کانفرنس اور بلگام کانفرنس ۔ ۔۔۔ ۸/

ملنے کا پتہ

مشتاق احمد ناظم قومی دار الاشاعت محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ

مولانا ابو الکلام صاحب آزاد کی معرکۃ الآرا تصانیف

مضامین ابو الکلام آزاد

ہندوستان کی آزادی اور دیگر اہم مسائل پر بہترین مضامین کا مجموعہ ۱۰/

دعوتِ عمل مسلمانوں کے تنزّل کے حقیقی اسباب اور اُن کا علاج ۸/

الحریت فی الاسلام

حریت اسلامی، آزادی، وغیرہ ضروری مضامین پر بے نظیر بحث ۱۲/

اتحاد اسلامی۔ معرکۃ الآرا تقریر جو پانچویں مرتبہ چھپی ہے ۳/

مولانا ابو الکلام صاحب کا جدید خطبہ صدارت

یہ آگرہ کا مشہور بے مثل خطبہ صدارت ہے جس میں ہندو مسلمانوں کے تعلقات
تحریک خلافت کی کامیابی، فوجی ملازمت کے حرام ہونے، کراچی کے رزولیوشن
پر بے مثل تقریر اور اعلان حق۔ صرف دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ ۹/

تقاریر مولانا محمد علی صاحب حصہ اول ۸/ حصہ دوم ۸/

خطبۂ صدارت مولانا محمد علی صاحب ۵/۔ بیان کراچی ۴/

تقریر مدراس مولانا محمد علی صاحب ۳/

مکمل مقدمہ کراچی

مشتاق احمد ناظم قومی دار الاشاعت محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ